جناب محمد نسیم اختر ایم۔اے

علم نحو کی ابتدا و ارتقاء

اسلام کی روح کو سمجھنے کے لیے عربی زبان کا جاننا ضروری ہے کیونکہ احکام شریعت کا منبع و ماٗخذ کتاب و سنت ہیں جو لغت عرب میں ہیں۔ صحابہ، ناقلین حدیث و تابعین کی بہت بڑی تعداد بھی عرب ہی تھی اس لیے انھوں نے کتاب و سنّت کی وضاحت بھی عربی زبان ہی میں کی۔ جو شخص علم شریعت حاصل کرنا چاہے اسے عربی زبان کا سہارا لینا پڑے گا۔ جس کے لیے طالب شریعت اسلامی کو عربی زبان کے ان چار علوم (۱) علم لغت (۲) علم النحو (۳) علم بیان، اور (۴) علم ادب کا جاننا از بس لازم ہے اور ان کے بغیر عربیت کا تصور مکمل نہیں ہو سکتا۔[۱]

علم النحو کو بقیہ تین علوم پر اہمیت و افضلیت حاصل ہے کیونکہ مقصود پر دلالت کرنے کے اصول اسی کی بدولت معلوم ہوتے ہیں اور پتہ چلتا ہے کہ عبارت میں کونسا لفظ فعل ہے یا فاعل، مبتدا کون ہے اور اس کی خبر کیا ہے۔ اگر اسی سے کوئی غفلت کر جائے تو افادہ کا مقصد ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

لغت باعتبار معنی مشہورہ اس[۲] عبارت کو کہتے ہیں جو متکلم اپنے مقصود (ما فی الضمیر) کی ادائیگی کے لیے بولتا ہے اور یہ کام زبان سے متعلق ہے۔ گویا زبان کو ادائیگی مفہوم و مقصود میں ملکہ ہونا چاہیے کہ بے تکلف اسے انجام دے سکے۔ اس قسم کا ملکہ ہر قوم کو اپنی زبان میں حاصل ہوتا ہے مگر عربوں کا ملکۂ لسانی سب سے افضل و ارفع ہے عرب جس مطلب کو مختصر الفاظ میں ادا کر سکیں گے عجم اس کے اظہار کے لیے لمبی عبارت کے محتاج ہوں گے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گرامی،

اوتیت جوامع الکلم واختصر لی الکلام اختصارًا۔

مجھ کو جامع کلمات اور کلام کا اختصار نصیب ہوا۔

بھی یہی معنی رکھتا ہے اور اسی حقیقت کو واضح کرتا ہے ۔ عرب محض حرکات و حروف اور اوضاع سے اپنے مقصود کو ظاہر کر دیتے ہیں ۔ یہ ان کے لیے کوئی ایسی چیز نہیں کہ وہ اسے صنعت کے طور پر سیکھتے ہوں یہ ان کی زبان کا ملکہ ہو گیا ہے جو ہر شخص خود بخود دوسرے شخص سے سیکھ جاتا ہے ۔

جب اسلام کا سورج عرب[۳] میں طلوع ہوا اور عرب اشاعت اسلام کے لیے عجم کی طرف[۴] بڑھے ان کے ساتھ شیر و شکر ہو گئے تو ان کا یہ فطری ملکہ خلل پذیر ہونے لگا ۔ باہمی میل جول سے نو آموز عربی دانوں کے الفاظ جب عرب کانوں میں پڑے تو عرب اپنا رنگ بدلنے لگے ۔ عجمیوں کے ساتھ میل جول نے عربی لب و لہجہ میں فرق پیدا کر دیا اور لحن کا مرض بڑھنے لگا ۔ کیونکہ ان غیر عرب اقوام میں عربی زبان کے بولنے کی وہ قدرت نہ تھی جو خود عربوں میں تھی ۔ لہذا ان کی زبان میں غیر ملکی زبانوں کی آمیزش سے خامیاں اور غلطیاں پیدا ہو گئیں جو عربوں اور موالی میں پرورش پانے والے کمزور عربوں کی زبانوں میں جم گئیں ۔ اس لسانی مرض کی ابتدا زمانۂ نبوت ہی سے ہو گئی تھی ۔ یہ مرض بڑھتا گیا حتیٰ کہ یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں قرآن مجید پر بھی یہ مرض اثر انداز ہونے لگے چنانچہ قرآن مجید کو محفوظ رکھنے کے لیے نحوی قواعد مرتب کیے گئے اور اس کی عبارتوں پر اعراب و حرکات اور نقاط لگائے گئے ۔

تقریباً تمام مورخین و محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے نحو کے قواعد ابوالاسود الدؤلی المتوفی ۶۹ھ نے وضع کیے ۔ اس کو زبان و محاورہ کی غلطیوں کے انتشار، عبارت میں گنجلک اور ابہام کی بڑھتی ہوئی رفتار نے مجبور کر دیا کہ وہ ان قواعد کو مرتب کرے ۔ اس سلسلے میں کئی ایک روایات ہیں ۔

پہلے پہل امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس طرف توجہ دی ۔ اس کے قواعد کی بنیاد رکھی اور حدود باندھیں ۔

ابوالاسود الدؤلی روایت کرتے ہیں کہ میں[۵] حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں ایک کاغذ ہے ۔ میں نے پوچھا یا امیر المومنین یہ کیا ہے ۔ آپ نے فرمایا " میں نے کلام عرب میں غور کیا اور دیکھا کہ وہ سرخ قوم (رومی) کے اختلاط سے بگڑ گیا ہے ۔ پس میں نے ارادہ کیا کہ وہ شئے (علم) وضع کروں جس پر لوگ اعتماد کریں اور وہ کاغذ میری طرف بڑھا دیا جس میں مندرجہ ذیل عبارت لکھی تھی :

الکلام کلہ اسم و فعل و حرف فالاسم ما أنبأ عن المسمی والفعل ما أنبئ بہ والحرف ما افاد معنی واعلم یا أبا الأسود أن الأسماء ثلاثۃ ظاہر ومضمر واسم لا ظاہر ولا مضمر وانما یتفاضل الناس فیما لیس بظاہر ولا مضمر۔

اس کے بعد ابو الاسود الدوئلی نے عطف اور نعت کے دو ابواب وضع کیے۔ ان کے بعد استفہام و تعجب کے باب وضع کر کے إن اور اس کے اخوات کے باب تک پہنچ گیا اور اس کو حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے لکن کو بھی ان کے ساتھ ملانے کے لیے کہا اور فرمایا:

"ما احسن ھذا النحو الذی قد نحوت الیہ"

تو اسی لفظ "ھذا النحو" سے اس علم کا نام علم النحو پڑ گیا۔

ایک دوسری روایت یوں بیان کی جاتی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ بن خطاب[56] کے زمانہ خلافت باسعادت میں ایک بدو مدینۃ النبی میں آیا جسے ایک شخص نے سورۃ توبہ پڑھائی جب إن اللہ بریء من المشرکین ورسولِہٖ پڑھایا تو بدو چونک اٹھا کہ "اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بری ہو گیا تو میں بھی بری ہوتا ہوں" یہ واقعہ حضرت عمرؓ تک پہنچا تو آپ نے بدو کو بلا کر درست پڑھایا

إن اللہ بریء من المشرکین ورسولُہٗ

اور حکم جاری کیا کہ جو شخص علم لغت کا عالم نہ ہو وہ قرآن مجید کا درس نہ دے نیز ابو الاسود سے نحو و قوانین لغت ترتیب دینے کو فرمایا۔

تیسری روایت یہ ہے کہ ابو الاسود جب گورنر کوفہ زیاد کو ملنے گیا تو زیاد[57] نے علم نحو وضع کرنے کو کہا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا جب ابو الاسود واپس جا رہے تھے تو راستہ میں زیاد کے سکھائے ہوئے آدمی نے بلند آواز سے قصداً إن اللہ بریء من المشرکین ورسولِہ پڑھا جس پر ابو الاسود نے کہا "عز وجہ اللہ أن یبرأ من رسولہ" اور واپس زیاد کے پاس جا کر نحو وضع کرنے پر رضامندی ظاہر کرتے ہوئے قرآن مجید ہی سے ابتدا کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ایک شخص کو مصحف دے کر کہا کہ وہ ایک ایسا رنگ لے جو سیاہی کے رنگ کے خلاف ہو پھر اس سے کہا "جب میں اپنے دونوں لب کھولوں تو اس حرف کے اوپر ایک نقطہ لگا دے اور جب میں ان کو ملا دوں تو

حرف کی جانب میں ایک نقطہ لگا دے۔ جب میں کسرہ کروں تو اس کے نیچے ایک نقطہ لگا دے۔ پھر اگر میں کسی حرکت کے بعد غنہ کروں تو اس پر دو نقطے لگا دے" اسی طرح تمام مصحف پر نقطے لگوا دیئے اور ایک مختصر سا رسالہ لکھا جو اس وقت مفقود ہے۔

بعض[۵۸] نے کہا کہ ابوالاسود الدوئلی خود زیاد کے پاس نحو وضع کرنے کی اجازت لینے گئے مگر زیاد نے اجازت نہ دی۔ کچھ عرصہ بعد کسی آدمی نے زیاد سے کہا

"اصلح اللہ الأمیر توفی أباناو ترک بنونا"[۵۹]

اس پر زیاد نے فقرہ دہراتے ہوئے کہا توفی أبانا و ترک بنونا؟

اصل میں اس آدمی کو أبونا اور بنین کہنا چاہیے تھا چنانچہ زیاد نے ابوالاسود سے نحو وضع کرنے کی درخواست کی۔

عاصم سے مروی ہے کہ ایک دن ابوالاسود کے سامنے اس کے بیٹے نے[۶۰]

"ما أحسنُ السّماءِ"

کہا تو ابوالاسود نے جواب میں "نجومُھا" کہہ دیا جس پر بیٹے نے کہا کہ اس نے آسمان کی حسین ترین شے نہیں پوچھی بلکہ اس نے تو آسمان کے حسن پر تعجب کیا تو ابوالاسود نے اسے بتایا کہ اسے "ما أحسنَ السّماءَ" کہنا چاہیے تھا۔

ایک گروہ عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج کو علم النحو کا موجد قرار دیتا ہے جب کہ تیسرا گروہ اس علم کو نصر بن عاصم کی طرف منسوب کرتا ہے مگر یہ دونوں کسی الجھن کا شکار ہو گئے حالانکہ اعرج اور نصر نے عبداللہ بن زبیر کی خلافت میں ابوالاسود سے علم النحو سیکھا۔[۶۱]

استاذ احمد حسن الزیات بھی عربی زبان میں علم النحو کا موجد ابوالاسود[۶۲] ہی کو ٹھہراتے ہیں مگر ساتھ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس نے (ابوالاسود) سریانی زبان کے علماء کی تقلید کرتے ہوئے اس علم کی ابتدا کی۔

صاحب انسائیکلوپیڈیا آف برٹینکا نے تاریخ علم النحو پر یوں تبصرہ کیا ہے:

"Fundamental[۶۳] grammatical conceptions of the Arab philologist are taken from Aristotelian

logic, which came via Syrian scholars to the Arabs.... As the beginnings of Arabic learning are lost in obscurity so also is the origin of the apellation NAHW uncertain to the Arabs themselves."

مگر یہ محض اس لیے کہ عربی زبان کے علم النحو کی تاریخ میں ہیر پھیر ثابت کرنے کے بعد قرآن مجید کی آیات میں رد و بدل بتائیں کیونکہ علم النحو کی اساس قرآن مجید ہی ہے اور اس کے ثبوت میں وہ اسی قسم کی دلیلیں گھڑیں گے۔

جب کہ ابن قتیبہ المتوفی ۲۱۳ھ نے اپنی مشہور کتاب "المعارف" میں لکھا ہے[۴۱]

"اوّل من وضع العربیّة ابوالاسود"

ابن حجر نے "الاصابہ" میں تحریر کیا ہے کہ "اوّل من نقط المصحف[۵۱] و وضع العربیة أبوالاسود"

ابن سلّام الجمحی المتوفی ۲۳۱ھ نے طبقات فحول الشعراء[۶۱] میں لکھا ہے

وکان لاھل البصرة فی العربیة قدمة بالنحو، وبلغات العرب والغریب عنایة، وکان اول من أسس العربیة وفتح ابوابها، وأنهج سبیلها، ووضع قیاسها، أبوالاسود الدوئلی ...... وکان رجل البصرة، وکان علوی الرأی .... وإنما قال ذالك حین اضطرب کلام العرب فغلبت السلیقة، فکان سراة الناس یلحنون، فوضع باب الفاعل والمفعول والمضاعف وحروف الجر والرفع والنصب والجزم۔

لیکن بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ ابوالاسود فاعل و مفعول اور رفع و نصب وغیرہ کے نام نہیں جانتا تھا یہ نام اس کی ان علامات کے ہیں جو اس نے مصحف میں استعمال کیں جن کو بعد میں آنے والے علماء نے موجودہ ناموں سے موسوم کیا۔ تاہم علم النحو کی ابتداء سے عربیت نے ایک نیا انداز اختیار کیا۔ (ضحی الاسلام ۲: ۱۰۲)[۷۱]

حضرت علیؓ اور ابوالاسود کے بعد اس علم کی طرف موالی متوجہ رہے جن میں سے کچھ فارسی النسل کچھ سندھی اور کچھ سریانی جاننے والے تھے۔

ابو الاسود کے شاگردوں میں سے عنبستہ الفیل، میمون اقرن۔ عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج المتوفی ۱۰۷ھ نصر بن عاصم المتوفی ۹۰ھ، یحییٰ بن یعمر العدوانی (المتوفی ۱۲۹ھ) بہت مشہور ہیں۔

انھیں لوگوں کی آپس میں مجلسیں اور مباحثے ہوتے نت نئے نئے مسائل کے حل تلاش کیے جاتے۔ جہاں کہیں اپنے بنائے ہوئے اصولوں کے خلاف تضاد پاتے اس میں باہم غور کرتے۔ یحییٰ (المتوفی ۱۲۹ھ) کے شاگرد عبداللہ بن ابی اسحٰق الحضرمی بصری (المتوفی ۱۱۷ھ) نے جب فرزدق کا یہ شعر سنا ؎

وعض زمان یا ابن مروان لم یدع

من المال إلا مسحتاً أو مجلف

تو اعتراض کیا کہ جب مسحتاً منصوب ہے تو مجلفٌ بھی منصوب ہونا چاہیے تھا اس پر فرزدق نے اس کی ہجو کہہ ڈالی

فلو کان عبد اللہ مولیً ھجوتہ

ولکن عبد اللہ مولی موالیا

تو ابن ابی اسحٰق نے اس پر بھی اعتراض کیا کہ مولی موالٍ چاہیے تھا بس اس مختصر سے حلقۂ ادب میں بحث چل نکلی اور حروف عطف کا باب باندھا گیا۔

اسی طرح یہ لوگ آپس میں قرآن مجید کے الفاظ کے اعراب پر بھی غور کرتے اور اسے اپنا رہنما گردانتے بعض اوقات اس کے اعراب کے بارے میں بھی اختلاف رائے ہو جاتا تھا جیسے عیسیٰ بن عمر (المتوفی ۱۴۹ھ) اور ابن ابی اسحٰق قرآن مجید کی آیۃ

یا لیتنا نرد ولا نکذب بآیات ربنا ونکونَ من المومنین

اسی طرح پڑھتے مگر الحسن، ابو عمرو بن العلاء اور یونس

نکذبُ اور نکونُ پڑھتے تھے۔

ابن ابی اسحٰق اہل بصرہ میں اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم تھے انھوں نے علم النحو کی کئی فروع نکالیں۔ احمد امین نے ضحی الاسلام میں ان کے بارے میں لکھا ہے

یقولون إنہ کان أعلم اھل البصرۃ وأنقلھم، ففرع النحو وقاسہ وتکلم فی الھمز۔

ان کے زمانے میں درس و تدریس کا سلسلہ[51] سینہ بسینہ چلا آتا تھا اس وقت تک علم النحو میں کوئی معرکہ آراء کتاب نہ لکھی گئی تھی سوائے اس ایک رسالے کے جو ابوالاسود[52] نے لکھا تھا۔ یہ مدرسہ صرف بصرہ ہی میں قائم تھا جب علماء کو کسی مسئلہ نحو میں پیچیدگی پیش آتی تو کئی اعرابیوں سے پوچھتے کہ اس بات کو وہ کس طرح ادا کریں۔ جب کئی آدمیوں کے بیان آپس میں مل جاتے تب ایک قانون بنا لیتے۔ اسی طرح اگرچہ قوانین تو بنائے جا چکے تھے مگر ان کو ابھی تک کتابی شکل میں نہیں لایا گیا تھا۔ یہاں تک کہ عیسیٰ بن عمر الثقفی (المتوفی ۱۴۹ھ) کا زمانہ آیا تو انھوں نے نحو پر دو کتابیں

الجامع اور الاکمال

تالیف کیں۔

ابن الأنباری کہتے ہیں[53] "نہ ہم نے ان کتابوں کو دیکھا ہے نہ کسی ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے ان کتابوں کو دیکھا ہو۔"

مگر خلیل بن احمد (المتوفی ۱۷۴ھ) النحوی العروضی[54] کے یہ اشعار گواہی دیتے ہیں کہ عیسیٰ بن عمر الثقفی کتنے بلند تھے اور انھوں نے علم النحو کو کیا دیا۔

ذهب النحو جميعاً كُلُّهُ   غير ما أحدث عيسى بن عمر

ذاك إكمال وهذا جامع   فهما للناس شمس وقمر

محمد بن یزید بھی لکھتے ہیں "قرأت أوراقا من أحد كتابي عيسى بن عمر وكان كالإشارة إلى الأصول"

محمد بن یزید کی یہ عبارت ثابت کرتی ہے کہ عیسیٰ بن عمر الثقفی کی یہ دو کتابیں نحو جمع کرنے کی سب سے پہلی کوشش ہیں۔

اس کے بعد نحو میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ چل پڑا مگر صرف چھوٹے چھوٹے رسائل تک محدود رہا جن کا نام تک نہیں ملتا تا آنکہ ہارون الرشید کے زمانے میں خلیل بن احمد کی شخصیت منصۂ شہود پر آئی جب لوگ علم النحو کے پہلے سے بھی زیادہ محتاج ہو گئے تھے کیونکہ عجمیوں سے عربوں کے بہت زیادہ اختلاط سے عرب اپنا ملکۂ لسانی تقریباً کھو چکے تھے لہٰذا خلیل بن احمد نے نحو کی اصلاح و درستی اور کانٹ چھانٹ کی جس کا حال احمد امین کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

"وهو الذي عمل النحو نعرفه إلى اليوم[55] وهو الذي بسط النحو ومد أطنابه وسبب علله وفتق معانيه

وأوضح الحجاج فيه حتى بلغ اقصى حدوده ۔ ۔ ۔ واكتفى فى ذالك بما أوحى إلى سيبويه من علمه ولقنه من دقائق نظره و نتائج فكره ولطائف حكمته فحمل سيبويه ذالك عنه ونقله ۔"

اور سیبویہ (المتوفی ۱۸۰ھ) نے آپ کی شاگردی میں[۵۲۶] علم النحو کو چار چاند لگائے۔ ہر مسئلہ پر دلائل و شواہد پیش کیے اور اپنی مشہور تصنیف "الکتاب" تحریر کی۔ اس میں نہ صرف خلیل بن احمد کے اقوال پر ہی اکتفا کی بلکہ دوسرے علماء جیسے یونس اور ابو عمرو بن العلاء کے اقوال سے اسے سجایا اور ان اشعار سے بھی کتاب کو مزین کیا جن سے علماء استشہاد کرتے تھے۔ اس میں ایک ہزار پچاس اشعار ہیں جن میں سے تقریباً ایک ہزار اشعار کی نسبت إلى قائليها بتائی ہے۔ حادثات زمانہ سے بچ کر خوش قسمتی سے یہ کتاب ہم تک محفوظ پہنچ گئی۔ اس کے کئی نسخے مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں مگر سب سے قدیم نسخہ مکتبہ خدیویہ میں ہے[۵۲۷]

ہزار صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں منقسم "الکتاب" کو ۱۸۸۳ تا ۱۸۸۹ء میں "دیرنبورج" نے پیرس سے شائع کیا۔ پھر کلکتہ میں ۱۸۸۷ء میں شائع ہوئی۔ ۱۸۹۶ء میں مصر اور ۱۸۹۴ تا ۱۸۹۸ء میں برلین سے چھپ چکی ہے۔ اس کی ۲۰۷ فصلیں ہیں اور مندرجہ ذیل عنوانات پر مشتمل ہے[۵۲۸]:

پہلی جلد میں: الكلم واقسامه ۔ الفاعل والمفعول ۔ فالفعل وما يعمل عمله ۔ واحكام المصدر والحال والظرف ۔ والجر والبدل والمعرفة والنكرة والصفة والمبتداء والخبر والأسماء التي بمنزلة الفعل والأحرف المشبهة به والنداء والترخيم والنفي بلا ، والاستثناء وباب لكل حرف من احرف الجر ۔

اور دوسرے حصے میں: المنصرف وغير المنصرف ۔ والنسبة والاضافة والتثنية والتصغير والمقصور والممدود والجمع وفعلتُ (مراد ثلاثی مجرد ہے) أفعلتُ (ثلاثی مزید) وما يليها من المزيدات والوقف والشرط وما يكون عليه الكلم وما ابدل من الفارسية وغير ذالك اور تین سو بنیادی مثالیں موجود ہیں۔

اگرچہ یہ مواد[۵۲۹] مکمل ترتیب سے نہیں مگر طالب علم کے لیے بہت کافی و شافی ہے۔ بعض لوگوں نے اسے مختلف اساتذہ سے کئی کئی بار پڑھا اور ہر دفعہ نئے نئے سبق حاصل کر کے دل کی پیاس کو بجھاتے رہے۔ یہ کتاب اپنی انہی خوبیوں کی بنا پر علم النحو کی اصل کہلاتی ہے۔

المبرد نے اس پر ایک تنقید لکھی ہے۔

ابوبکر الزبیدی نے "الاستدراک" بھی اس کتاب کی شرح کی حیثیت[53] سے لکھی اور سیرافی نے بھی اس کی ایک شرح لکھی۔ ابن ولاد ابو العباس احمد ابن محمد بن ولاد نے "الکتاب" کے باب "المقصور و الممدود" پر ایک کتاب تصنیف کی ہے۔

سیبویہ امام البصریین ابو بشر عمرو بن عثمان الفارسی کے بعد ابو علی الفارسی اور ابو القاسم الزجاجی نے طلباء کے لیے مفید رسائل تحریر کیے جن میں انھوں نے سیبویہ ہی کا طریقہ اختیار کیا اور بعد میں بھی جتنے علماء نے نحو پر کتب تالیف و تدوین کیں سب نے الکتاب ہی کو اساس و بنیاد قرار دے کر کام سرانجام دیا بلکہ اگر بعد کی کتب کو "الکتاب" کا تکملہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ جب بھی نحوی "الکتاب" کا لفظ علی الاطلاق[54] استعمال کریں تو اس سے مراد یہی کتاب ہو گی۔ ابو عثمان مازنی کا قول ہے کہ سیبویہ کی "الکتاب" کے بعد جو شخص علم نحو میں کوئی عظیم و جامع کتاب تالیف کرنا چاہتا ہے اسے شرم محسوس کرنا چاہیے۔ استاذ احمد حسن زیارت نے لکھا ہے کہ اگر سیبویہ کی یہ تالیف نہ ہوتی تو اس کا نام تک کوئی نہ جانتا۔

ایک سو سال تک دبستان بصرہ[52] لغت و نحو کی خدمت میں کوشاں رہا۔ علم النحو کی دن رات خدمت کر کے ایک مستقل علم کی حیثیت دینے کا سہرا علمائے بصرہ ہی کے سر ہے۔ بصرہ[53] ربیع ۱۶ھ اور کوفہ محرم ۱۷ھ میں حضرت عمرؓ بن خطاب کے زمانہ خلافت باسعادت میں بحیثیت فوجی چھاؤنیاں تعمیر کیے گئے۔ چونکہ بصرہ پہلے آباد ہوا اور اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا لشکر اسلام کا جوش و جذبہ بہت بلند، اللہ کے شیدائی سچے مسلمان، ہر معاملہ میں بڑی حزم و احتیاط برتنے والے مذہب سے خوب واقف تھے۔ بصرہ میں زیادہ تر عرب بدوی تھے اور انھوں نے یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی لہذا خالص زبان کا بصرہ میں زور تھا۔

مگر چونکہ کوفہ دیر سے آباد ہوا کئی عجمی لوگ[54] مفتوحہ علاقوں سے آ کر یہاں مستقل سکونت اختیار کر گئے جیسے ایرانی النسل وغیرہ۔ اس شہر کی جانب بدوی لوگ بہت کم آئے جو چند ایک قبائل آئے بھی تو انھوں نے یہاں مستقل طور پر رہنا پسند نہ کیا اور بصرہ میں اپنے ساتھیوں کو دیکھ کر وہیں چلے گئے۔ تاہم کچھ تھکے ہارے عربوں نے اسے اپنا مسکن قرار دے لیا مگر ان کی زبان ایرانیوں سے مل کر ایک امتزاج سا بن گئی۔

لوگ علم حاصل کرنے کے لیے بصرہ ہی کا رخ کرتے کیونکہ یہاں اساتذہ کی تعداد کافی اور زبان خالص تھی۔ یہیں سے معلم تبلیغ اسلام کے لیے باہر بھیجے جاتے حتیٰ کہ خلیل ابن احمد کے زمانہ تک بصرہ اکیلا علم النحو واللغت کا علمبردار رہا یہاں تک کہ آپ کے شاگرد ابو جعفر الرواسی نے مدرسۃ الکوفیہ کی بنیاد رکھی اور سیبویہ جو اس وقت مدرسۃ البصریہ کے رئیس تھے کے مقابلہ پر آئے۔ اس طرح علم النحو میں دو مکاتیب فکر قائم ہو گئے۔ ان کی اصطلاحات میں اختلاف شروع ہو گیا۔ جانبین کی طرف سے ادلہ کی بھرمار اور ترجیح کی کثرت کے اثر نے ہر دو کا طریقہ تعلیم و استنباط مسائل بھی جدا کر دیا۔

بصری سماع کو ترجیح دیتے تھے۔ علمائے بصرہ کو جب کوئی وقت پیش آتی تو وہ شہر سے باہر نکل کر راستے میں بیٹھ جاتے اور آتے جاتے بدوؤں سے محاورہ پوچھتے اور بدوی دو ایک مثالوں سے مسئلہ واضح کر دیتے تو بصری اصول بنا لیتے اور صرف بصورت مجبوری قیاس کی اجازت دیتے۔ روایت کے سختی سے پابند صرف خالص فصیح عربوں کو قابل سند سمجھتے تھے۔ اس قسم کے عربوں کی بصرہ اور اس کے مضافاتی دیہاتوں میں کثرت تھی۔ مگر کوفی قیاس پر اعتماد کرتے اور ان عرب کے دیہاتوں کو بھی قابل سند سمجھتے جن کی فصاحت بصری تسلیم نہ کرتے تھے۔

ان مکاتیب فکر کے علماء کے آپس میں مباحثے، مقابلے اور مناظرے ہوتے۔ لفظ کی اصل، مادہ اور معنی پر دلچسپ بحثیں ہوتیں جیسے

(۱) بصری کہتے ہیں کہ الاسم مشتق من السُّمُوّ[۳۵]

اور کوفی کہتے ہیں کہ الاسم مشتقٌ من الوسم

(۲) بصری کہتے ہیں الفعل مشتق من المصدر[۳۶]

کوفی کہتے ہیں المصدر مشتق من الفعل

(۳) بصری فعل امر کو مبنی قرار دیتے ہیں مگر کوفی اس کو معرب گردانتے ہیں وغیرہ

اگر ان اختلافات کی تفصیل و تشریح پر بحث کی جائے تو ایک ضخیم کتاب تک نوبت پہنچے۔

بہرحال انھیں اختلافات کو کمال الدین عبد الرحمٰن ابن محمد بن ابی سعید الانباری نے اپنی کتاب 'الانصاف فی مسائل الخلاف بین البصریین والکوفیین' میں اکٹھا کر کے ان کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے فریقین کے ادلہ بھی دیئے ہیں۔ یہ اختلافات تقریباً ایک سو ایک مسائل پر مبنی

ہیں۔ بڑی پیاری کتاب لکھی ہے۔

ابو البقاء العکبری نے "التبیین فی مسائل الخلاف بین البصریین والکوفیین" لکھی۔

ان دونوں کتابوں کا[۳۷] ایک جامع خلاصہ جلال الدین سیوطی نے "کتاب الاشباہ والنظائر" کے دوسرے حصہ میں دیا ہے۔

ابن الانباری اور ابن الندیم نے دبستان بصرہ کو کوفہ پر ترجیح دی ہے۔ کسی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ثعلب کو نکال دیا جائے تو "کوفہ دبستان نحو" کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ ابن خلدون، جلال الدین سیوطی، احمد حسن زیارت اور نکلسن کی بھی یہی رائے ہے۔

ان دبستانوں کے اختلافات[۳۸] اس قدر بڑھ گئے کہ متعلمین پر بار سا بن گیا تو خوش قسمتی حسب معمول آڑے وقت کام آئی کہ شہر بغداد کی بنیاد رکھی گئی اور اسے دار الخلافت سے زینت بخشی گئی تو اس شہر نے ہر دو مکاتیب فکر کے علماء کو اپنے اندر سمیٹ لیا تاکہ وہ خلفاء و امراء کے شہزادوں کو تعلیم و تربیت دیں بالفاظ دیگر علماء کو شہزادوں کی تعلیم و تربیت کے لیے بطور اتالیق مقرر کیا گیا۔ اس طرح علماء کی سرپرستی خلفاء نے سنبھال لی۔

اس میدان میں پہنچ کر کوفی حصہ وافر لے گئے۔ کیونکہ الکسائی ابو الحسن علی بن حمزہ (المتوفی ۱۸۹ھ) صاحب کتاب النحو و کتاب[۳۹] معانی القرآن' مامون و امین کا معلم تھا اور الفرا ابو زکریا[۴۰] یحییٰ بن زیاد صاحب کتاب الحدود و کتاب المعانی (المتوفی ۲۰۷ھ) مامون کی اولاد کا استاد تھا۔ ان دونوں نے کوفی دبستان نحو کے علماء کو ان امور پر چن لیا۔ مگر الیزیدی[۴۱] بھی مامون کا معلم تھا اس نے بھی اثر و رسوخ جما کر اپنے مکتب فکر بصرہ کے علماء کو کھینچ تان کر شاہی دربار میں کوفیوں کے مقابل لا کھڑا کیا اور المبرد صاحب کتاب الکامل نے عبد اللہ بن معتز کو تعلیم دینا شروع کی۔

ان دونوں مکاتیب فکر[۴۲] کے امتزاج سے ایک نئے مکتب فکر نے جنم لیا جو "بغداد دبستان نحو" کہلایا جس کے لیے خلفاء و علمائے متاخرین نے ہر دو مذاہب نحو یعنی بصری اور کوفی کو اختصار کی شکل میں لانے کی کامیاب کوشش کی۔ انھیں کی کوششوں کے نتیجے کے طور پر ابن مالک نے کتاب التسہیل[۴۳] اور ابن حاجب نے کافیہ اور شافیہ قلمبند کیے۔ ان سب سے بڑھ کر جار اللہ الزمخشری المتوفی ۵۳۸ھ نے کام کیا کہ علم النحو کو ایک خاص ترتیب اور

نچے تلے الفاظ میں کتاب المفصل کی صورت میں پیش کیا۔ الکتاب کے بعد نحو کی بنیادی کتابوں میں سب سے زیادہ مقبول اور قابل سند کتاب ہے۔ مختلف اوقات میں نصابی کتاب رہی ہے۔ آج کل جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں درجہ تخصیص میں پڑھائی جاتی ہے۔

بعض علماء نے قوانین نحویہ کو نظم کیا تاکہ یاد کرنے میں آسانی ہو جیسے ابن مالک نے ارجوزۃ الکبریٰ اور ارجوزۃ الصغریٰ میں اور ابن معطی نے الفیہ میں کیا۔

اندلس[۱۴] نے بھی اس میدان میں ابن سیدۃ، ابن خزوف، ابن عصفور اور ان سے بڑھ کر الشنتمریٰ اور ابن الصائغ جیسے علماء کو پیش کیا ہے۔

بعد میں آنے والے متاخرین نحاۃ نے انھیں متقدمین کی خوشہ چینی کی ہے اور کوئی ایسا نامور نحوی نظر نہیں آتا جس نے متاخر ہونے کے باوجود اس علم کے اصولی قوانین میں اضافہ کیا ہو۔ تاہم ابن خلدون نے مقدمہ[۱۵] میں ایک مغنی نامی کتاب جو جمال الدین ابن ہشام مصری کی تصنیف ہے کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں احکام اعراب مجمل و مفصل سب درج ہیں۔ اور فاضل مصنف نے حروف مفردات اور جمل پر اچھی بحثیں کی ہیں۔ تکرار شدہ باتوں کو اکثر ابواب نحو سے قلمزد کر دیا ہے۔ اعراب قرآن مجید کے نکات ابواب و فصول کی شکل میں زیر بیان لائے ہیں۔ تمام قواعد علمیہ کو نظم و ترتیب سے ضبط کیا ہے۔ غرض اس کتاب میں زبردست ذخیرہ علمی موجود ہے اور مصنف کا مقام بتاتی ہے۔ یہ تصنیف ان کا ایک عجیب کارنامہ ہے اور ان کی بے پناہ قابلیت و عبور علمی کی ترجمان ہے۔

حوالے: ۱-۳ مقدمہ ابن خلدون، ص ۱۰۵۶ ۔ ۴ ایضاً، ص ۱۰۵۷ و ۱۰۵۷ ۔ ۵-۷ نزہتہ الالباء ابن الانباری ۱۲۹۹، ص ۴-۸-۹ ۔ ۸ تاریخ ادب عربی استاذ احمد حسن زیات ص ۲۳۲ ۔ ۹ ضحی الاسلام احمد امین ص ۲۷۱ ۔ ۱۰-۱۱ ضحی الاسلام و نزہتہ الالباء، ص ۱۳ ۔ ۱۲ تاریخ ادب عربی، احمد حسن زیات ص ۲۳۳ ۔ ۱۳ انسائیکلوپیڈیا آف برٹنیکا مضمون NAWH کے تحت ۔ ۱۴ کتاب المعارف لابن قتیبہ ۔ ۱۵ الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ از ابن حجر ۔ ۱۶ طبقات فحول الشعراء از ابن سلام الجمحی ۔ ۱۷ ضحی الاسلام، ص ۱۶۰ ۔ ۱۸ نزہتہ الالباء ۔ ۱۹ نفثار العرب از ذوالفقار علی دنگیوری ۔ ۲۰-۲۳ ضحی الاسلام ۔ ۲۴ نزہتہ الالباء ۔ ۲۵ ضحی الاسلام ۔ ۲۶ معجم الادباء

ملقب بہ ارشاد الاریب از الیاقوت الحموی ۲۸-۲۷ھ تاریخ آداب اللغۃ العربیہ، جرجی زیدان مطبعۃ الہلال بمصر -
۲۹ھ سیبویہ کی کتاب " الکتاب " بالمطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر ۳۰ھ تاریخ آداب اللغۃ العربیہ ۳۱ھ
تاریخ ادب عربی ص ۵۳۹ ۳۲ھ ضحی الاسلام ۳۳ھ تاریخ الاسلام السیاسی از حسن ابراہیم حسن مطبعۃ الحجازی بالقاہرہ
۳۴ھ ضحی الاسلام ۳۶-۳۵ھ الانصاف از ابن الانباری ص ۲ و ۱۰۳ ۳۷ھ کتاب الاشباہ والنظائر، السیوطی۔
حیدر آباد دکن ۳۸ھ ضحی الاسلام ۳۹ھ تاریخ ادب عربی ص ۱۴۵ ۴۰ھ معجم الادباء ۴۱ھ ضحی الاسلام -
۴۲ھ کتاب الوسیط از الاسکندری : دار المعارف قاہرہ ۴۳ھ مقدمہ ابن خلدون، ص ۱۰۸۵ ۴۴ھ تاریخ آداب
اللغۃ العربیۃ ۴۵ھ مقدمہ ابن خلدون ص ۱۰۵۸ -

پیغمبرِ انسانیت

(مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی)

سیرت نبوی پر یہ کتاب بالکل اچھوتے زاویۂ نظر سے لکھی گئی ہے جس میں صرف واقعات درج کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے، بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے تمام مراحل میں انسانی اقدار کی کیسی اعلیٰ محافظت فرمائی ہے۔

صفحات ۶۳۲ ۱۰ روپے

ملنے کا پتہ

سیکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ - کلب روڈ - لاہور